شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ

(۶۶۱ھ تا ۷۲۸ھ)

عبدالرشید عراقی

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنے دور کے ایک تبحر عالم' محدث' مؤرخ' فقیہ اور نقاد تھے۔ آپ نے علوم اسلامیہ میں جو مجتہدانہ مقام حاصل کیا اور علوم اسلامیہ خاص طور پر تفسیر' حدیث' فقہ اور تاریخ میں اپنے تبحر علمی کا جو نقش اپنے زمانہ میں قائم کیا' اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ اور ذہانت کو تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا' جس کی وجہ سے آپ نے تمام علوم اسلامیہ میں مہارت حاصل کرلی تھی اور اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کے دور میں دین اسلام کے خلاف جس قسم کی بھی شورش برپا ہوئی آپ نے اس کا دندان شکن جواب دیا۔

امام ابن تیمیہ نے اپنے تبحر علمی' شوق مطالعہ اور ذوق علم سے اسلامی علوم اور رائج الوقت علوم وفنون میں ایسی جامعیت پیدا کی کہ ان کے معاصرین جو اپنے فن میں امام تسلیم کئے جاتے تھے' انہوں نے امام صاحب کے تبحر علمی اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ناصرالدین (م ۸۴۲ھ) نے اپنی کتاب "الردالوافر" میں علامہ تقی الدین ابن دقیق العید (م ۷۰۲ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

> "جب ابن تیمیہ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ تمام علوم اس شخص کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ جو چاہتا ہے لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔" (الردالوافر' ص ۳۱)

تفسیر اور حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا۔ حدیث کے رواۃ اور اسناد پر ان کی گہری نظر تھی اور حدیث میں آپ کی واقفیت پر معاصرین نے یہ شہادت دی کہ

"جس حدیث کو ابن تیمیہ نہیں جانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے"۔

(الکواکب الدریہ 'ص ۱۴۵)

تاریخ ان کا خصوصی فن نہیں تھا اور نہ ہی اس کو اپنا موضوع بنایا۔ تاہم ارباب سیر نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ تاریخ میں بھی ان کی واقفیت غیر معمولی اور حیرت انگیز تھی۔ امام ابن تیمیہ جہاں ایک بلند پایہ مصنف' نقاد اور محدث و فقیہ تھے' وہاں آپ صاحب سیف بھی تھے' اور ان کے صاحب سیف ہونے کی شہادت بھی ان کے معاصرین نے دی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ اپنے معاصرین میں اپنے علمی تبحر کی وجہ سے ممتاز تھے اور معاصرین نے ان کے علمی تبحر کا اعتراف کیا ہے' لیکن ان کا اصلی امتیاز ان کا علمی تبحر نہ تھا بلکہ ان کا اصلی امتیاز ان کا فکری استقلال' ذوق تحقیق اور مجتہدانہ انداز تھا۔ امام ابن تیمیہ میں سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ آپ نے ناقدانہ حیثیت سے کتابوں کا مطالعہ کیا اور جو چیز بھی خلاف شریعت محمدیہ نظر آئی' اس کا دندان شکن جواب دیا۔ مثلاً علم نحو میں سیبویہ کو امام نحو تسلیم کیا جاتا ہے' اور اس کے قول کو حرف آخر مانا جاتا ہے۔ آپ نے سیبویہ کی کتاب کا ناقدانہ مطالعہ کیا اور فرمایا :

"سیبویہ کوئی نبی نہیں تھا' جس پر نحو اتری ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں ۸۰ مقامات پر غلطی کی ہے۔"

اسی طرح آپ نے یونانی فلسفہ و منطق کا ناقدانہ حیثیت سے مطالعہ کیا اور اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اپنی کتاب "الرد علی المنطقیین" میں یونانی فلسفہ و منطق پر ناقدانہ بحث کی۔ امام ابن تیمیہ نے تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تنقید و تردید کی اور زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ اس علمی جہاد میں صرف کیا۔

عیسائیت کی تردید

مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک میں دوسرے مذاہب و ادیان نے نئی کروٹ لی اور ان مذاہب و ادیان میں سب سے زیادہ مستعدی مسیحیت نے دکھائی۔ اس وقت عیسائیوں کی بہت زیادہ تعداد مصر و شام میں موجود تھی۔ شام کی

سرحدیں تو عیسائی ممالک سے ملتی تھیں اور عیسائی مبلغین اس کوشش میں مصروف تھے کہ کسی طرح شام دوبارہ مسیحیت کے جھنڈے کے نیچے آجائے۔ ۶۵۸ھ میں جب تاتاریوں نے دمشق (شام) پر یلغار کی اور فاتحانہ دمشق میں داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر تاتاریوں کا استقبال کیا تھا اور ان کو تحائف بھی پیش کئے تھے۔ اسی زمانہ میں قبرص سے ایک عیسائی مصنف کی کتاب دمشق پہنچی جس میں عقلی اور نقلی دلائل سے مسیحیت کا اثبات پیش کیا گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو عمومی نہیں بلکہ خاص عربوں کی طرف مبعوث ہونے کے دلائل دیئے گئے تھے اور یہ دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ عیسائی آپؐ پر ایمان لانے کے مکلف نہیں۔

امام ابن تیمیہ نے اس کتاب کا جواب چار جلدوں میں "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کے نام سے دیا۔ اس میں آپ نے صرف مدافعت اور صفائی کو ہی پیش نظر نہیں رکھا بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا۔ آپ نے نبوتِ محمدیؐ کو ثابت کرنے کے لئے قدیم و جدید دلائل دیئے، مسیحیت کی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور آنحضرت ﷺ کی بعثت پر پیش گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع کردیا جو کسی ایک کتاب میں جمع نہیں ہو سکتا۔ یہ امام ابن تیمیہ ہی تھے جنہوں نے عیسائیت کی تردید میں ایسی لاجواب کتاب لکھی کیونکہ آپ فلسفہ، علم کلام اور عقائد و فرق پر وسیع نظر رکھتے تھے اور دوسری طرف عہد عتیق و جدید کے صحائف پر بھی آپ کو پورا عبور تھا۔

شیعیت کی تردید

عیسائیت کی تردید کے بعد شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے شیعیت کی تردید میں ایک لاجواب کتاب "منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ" تصنیف کی۔ اس کی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک شیعی عالم ابن المطہر الحلی نے "منہاج الکرامہ فی معرفتہ الامامہ" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت، اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی تردید، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطاعن پر کافی مواد جمع کیا تھا اور مصنف نے آیاتِ

قرآنی اور احادیث نبویہ سے حضرت علیؓ اور اہل بیت کی امامت و عصمت ثابت کرنے کی پوری کوشش کی تھی اور اس کے ساتھ اہل سنت کے عقائد پر بھی متکلمانہ بحث کی تھی۔

جب یہ کتاب دمشق پہنچی اور علمائے اہل سنت کی نظر سے گزری تو سب علمائے کرام نے متفقہ طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس کتاب کا جواب لکھنے کی درخواست کی۔ اس لئے کہ علمائے اہل سنت یہ سمجھتے تھے کہ اس کتاب کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس کی تمام علوم اسلامیہ خاص طور پر تفسیر' حدیث' تاریخ' آثار' فلسفہ' عقائد اور علم کلام پر گہری نظر ہو۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ نے چار جلدوں پر مشتمل "منہاج السنۃ النبویۃ" کی صورت میں اس کا جواب لکھا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے امام ابن تیمیہ کے علمی تبحر' وسعت مطالعہ' حفظ و استحضار' ذہانت و طباعی اور اتقان کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقمطراز ہیں کہ

> "مصنف منہاج الکرامہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد جب ان کے علم و حمیت دینی کو جوش آتا ہے تو ان کے علم کے سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور تفسیر و حدیث' تاریخ و سیر کے معلومات کا لشکر امنڈ تا ہے۔" (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۲ ص ۳۱۲)

الصارم المسلول الٰی شاتم الرسول کی تصنیف

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا جذبہ دینی مثالی تھا۔ ۶۹۳ھ میں دمشق میں ایک عیسائی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی' جس سے دمشق میں ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ امام صاحب کی دینی حمیت جوش میں آئی اور آپ نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ آپ نے "الصارم المسلول الٰی شاتم الرسول" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں آپ نے قرآن و سنت کی روشنی میں تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ شاتم رسول کی کیا سزا ہو سکتی ہے۔

حدیث و فقہ اور علمی آثار کی اشاعت پر توجہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے دور سے پہلے فقہ و حدیث میں بحث و نظر کے دائرے محدود ہو گئے تھے' جن سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں ہو رہی تھی اور عرصہ دراز سے اس ذخیرہ میں

کوئی اضافہ نہیں ہو رہا تھا۔ امام ابن تیمیہ نے اس طرف پوری توجہ اور کوشش کی اور سنجیدگی کے ساتھ اپنی تحقیقات کو پیش کیا۔ چنانچہ ساکن حالتوں میں جنبش پیدا ہوئی' غور و فکر اور تحقیقات و تدقیقات کا دروازہ کھلا' اور امام ابن تیمیہ نے کتاب و سنت اور آثار صحابہ کی روشنی میں فتویٰ دینا شروع کیا۔

صاحب الرد الوافر نے امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"امام ابن تیمیہ نے سنت خالصہ اور طریقہ سلف کی نصرت میں ایسے دلائل' مقدمات اور وجوہ قائم کئے جن میں وہ منفرد ہیں۔ کسی نے ان سے پہلے ایسے دلائل و مقدمات قائم نہیں کئے۔" (الرد الوافر' ص ۱۷)

امام ابن تیمیہ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ ساری زندگی علم دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ انہوں نے کوئی دینی منصب یا انتظامی ذمہ داری قبول نہیں کی' بلکہ اپنی ساری زندگی علم دین کے اشتغال' افتاء' درس و تدریس' وعظ و ارشاد' تصنیف و تالیف اور تحقیق و تدقیق میں بسر کردی۔ آپ کے اخلاص وللٰہیت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی تھی کہ ساری زندگی کسی سے ذاتی بدلہ نہیں لیا اور اپنے مخالفین کو ہر موقع پر معاف کیا۔ اگر کسی سے اختلاف تھا تو دینی تھا' ذاتی نہیں تھا۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ

"اس اخلاص و انہماک کا نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے ۶۷ سال کی مصروف اور پُر از حوادث واقعات اور تلاطم خیز زندگی میں تصنیفات و تحقیقات اور علمی آثار کا ایک ایسا ذخیرہ چھوڑا جو اہل علم کی ایک پوری جماعت کے لئے سرمایہ افتخار بن سکتا ہے۔ اسی اخلاص و انہماک کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے زمانہ پر ایسے دیرپا اثرات چھوڑے کہ وہ بجا طور پر ایک نئے دور کے بانی اور ایک عہد آفریں شخصیت کے مالک کہے جا سکتے ہیں۔" (تاریخ دعوت و عزیمت' ج ۲' ص ۱۵۵)

امام ابن تیمیہ کے علمی تبحر اور ان کے جامع کمالات ہونے کی وجہ سے کچھ علمائے کرام ان کے مخالف تھے۔ امام صاحب اپنے علم و فضل کے لحاظ سے اعلیٰ مرتبہ و مقام پر

فائز تھے اور عوام و خواص میں مقبول تھے۔ حکومت کی نظریں بھی ان کا بہت احترام تھا۔ ان کے علم و فضل کے سامنے کسی اور کا چراغ نہیں جلتا تھا۔ تحریر و تقریر' درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ نے کسی مخالف کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور ساری زندگی اشاعت اسلام' کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں بسر کردی۔ حدیث و سنت کے ساتھ امام ابن تیمیہ کے شغف و انہماک کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ صاحب الکواکب الدریہ شیخ مرعی بن یوسف (م ۱۰۳۳ھ) نے حافظ سراج الدین البزار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :

> "خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کا اتنا ادب و احترام کرنے والا اور آپ کے اتباع اور آپ کے دین کی نصرت کی حرص رکھنے والا ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہیں دیکھا۔" (الکواکب الدریہ' ص ۴۴۹)

عقیدۂ توحید کی تجدید اور مشرکانہ عقائد و رسوم کا ابطال

امام ابن تیمیہ کے دور سے پہلے غیر مسلم اور عجمی اقوام کے اختلاط کی وجہ سے مسلمانوں میں مشرکانہ عقائد و رسوم کا بہت رواج ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گمراہ صوفیوں نے بھی اسلام کی عمارت میں رخنے ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔ قبرپرستی کا رواج عام ہو چکا تھا۔ ایک اور بری رسم یہ رواج پذیر ہو چکی تھی کہ بزرگوں کے بارے میں الوہیت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کے مزارات کا طواف کرتے تھے۔ امام ابن تیمیہ نے ان سب مشرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف جہاد و تجدید کا علم بلند کیا اور عوام کی ناراضگی و مخالفت کے باوجود مروجہ اعمال و رسوم اور مشرکانہ عقائد و خیالات کی تردید کی۔

فلسفہ' منطق اور علم کلام پر تنقید و تردید

یونانی فلسفہ و منطق کا اصل رواج عباسی خلیفہ مامون الرشید (۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ) کے عہد سے شروع ہوا۔ مامون الرشید نے اپنی سرپرستی میں یونانی فلسفہ و منطق اور علم کلام سے متعلق کتابوں کے عربی زبان میں ترجمے کرائے۔ خود مامون الرشید یونانی علوم کا بڑا قدردان اور حریص تھا۔ ترجمہ کا کام مامون الرشید کے انتقال (۲۱۸ھ) کے بعد بھی جاری

رہا۔ چنانچہ چوتھی صدی ہجری تک یونان کے علمی ذخیرہ کا بڑا حصہ عربی زبان میں منتقل ہو چکا تھا۔

یونانی فلسفہ و منطق کی تردید میں سب سے پہلے علامہ عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۸ھ) نے ایک کتاب لکھی، جس میں فلسفہ و منطق کی مکمل تردید کی۔ ان کے بعد امام غزالی (م ۵۶۱ھ) نے فلسفہ و منطق کا رد لکھا۔ امام غزالی کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے یونانی فلسفہ و منطق کا رد کیا اور فلسفہ و منطق کی تردید میں "نقض المنطق" اور "الرد علی المنطقیین" لکھیں۔ امام ابن تیمیہ نے محض اجمالی تبصرہ اور اصولی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پورے فن پر ایک ناقدانہ اور مجتہدانہ نظر ڈالی اور اس کا علمی احتساب کیا اور خالص فنی حیثیت سے بحث کی۔

علومِ شریعت کی تجدید

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا سب سے علمی و تجدیدی کارنامہ علوم شرعیہ کی تجدید ہے۔ آپ جس دور میں پیدا ہوئے، اس وقت علوم اسلامیہ بڑی وسعت اختیار کر چکے تھے۔ خصوصیت کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ، ہر موضوع پر ایک وسیع کتب خانہ مرتب ہو چکا تھا۔ امام ابن تیمیہ نے ان سب علوم میں عبور حاصل کیا اور اپنی تصنیفات میں پورا فائدہ اٹھایا۔ تفسیر قرآن کو امام ابن تیمیہ نے اپنے فکر کا خاص موضوع بنایا۔ یہ ذوق ان پر اس قدر غالب تھا کہ ان کی کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس میں قرآن مجید کی تفسیر کا مواد موجود نہ ہو۔ تفسیر قرآن سے ان کو گہرا تعلق تھا، قرآن مجید سے ان کو بہت شغف تھا اور قرآن سے محبت اور اس کی شرح و تفسیر ان کا امتیازی نشان تھا۔ اسی وجہ سے جب ان کی نماز جنازہ کا اعلان ہوا تو یہی عنوان سامنے رکھا گیا: الصلوٰۃ علیٰ ترجمان القرآن!

امام ابن تیمیہ نے اصول تفسیر پر ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا تھا اور علمائے کرام کی رائے ہے کہ اصول تفسیر پر سب سے پہلا رسالہ یہی ہے۔

حدیث اور اصول حدیث اور شرح حدیث پر آپ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے۔ ان کے دور میں علم حدیث انتہائی وسعت اختیار کر چکا تھا اور اس وقت یہ ضروری

نہیں سمجھا گیا کہ اس پر مزید کام کیا جائے۔ تاہم امام ابن تیمیہ کی تصانیف میں اصول حدیث' اسماء الرجال' جرح وتعدیل' نقد حدیث اور فقہ حدیث پر بہت مواد ملتا ہے۔ اگر اس مواد کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

اصول فقہ ان کا پسندیدہ اور ذوقی موضوع تھا' جس میں ان کو ملکہ راسخ حاصل تھا اور اس میں وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ ان کی کوئی تصنیف ان اصولی مباحث سے خالی نہیں۔ علم کلام میں بھی ابن تیمیہ تبحر علمی رکھتے تھے اور اس بات کی شہادت ان کی وہ تصنیفات دیتی ہیں جو اس موضوع سے متعلق ہیں۔

فقہ امام ابن تیمیہ کے زمانہ میں اتنی مدون ہو چکی تھی کہ اس میں نیا اضافہ مشکل تھا۔ تاہم امام صاحب نے اس کی طرف خاص توجہ کی۔ آپ نے بکثرت مسائل و احکام پر مجتہدانہ نظرڈالی۔ فقہ وحدیث میں تطبیق کی کوشش کی۔ نئے پیش آنے والے مسائل کے لئے اجتہاد و استنباط سے کام لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے فتاویٰ و اختیارات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا۔ آپ کے فتاویٰ ۳۴ ضخیم جلدوں میں حکومت سعودیہ نے شائع کر دیئے ہیں۔ اس عظیم علمی کارنامہ کے ساتھ ساتھ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فکر اسلامی پر جو جمود طاری ہو گیا تھا اس کو دور کیا اور فکر اسلامی کے احیاء کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب و کامران ہوئے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے تقلید شخصی کا رواج نہیں تھا۔ لوگ کسی ایک عالم یا کسی ایک مذہب کے تعین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے۔ جہاں تک امام ابن تیمیہ کا تعلق ہے انہوں نے بیشتر مسائل میں امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے مذہب و اصول پر فتویٰ دیا ہے۔ اکثر مسائل میں ان کی رائے اور فتویٰ ائمہ اربعہ و ائمہ ہدیٰ میں سے کسی نہ کسی امام کے اجتہاد اور فتویٰ کے مطابق ہے۔ جبکہ بعض مسائل میں انہوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں فتویٰ دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ کے تجدیدی کارناموں پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بہت عمدہ تبصرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ :

"امام ابن تیمیہ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انہوں نے جس طرح کتاب و سنت کو عقائد کا ماخذ بنانے کی پرزور دعوت دی اور خود کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کیا' اسی طرح کتاب و سنت کو فقہیات و احکام کا ماخذ بنانے اور ان کو حق کا معیار قرار دینے کی طاقت ور دعوت دی اور اپنے زمانہ میں اس پر عمل کرکے دکھایا اور فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ پر عمل کا نمونہ پیش کیا۔ ان کی اس دعوت سے ان فقہی دائروں اور امت کے علمی حلقوں میں جن میں عرصہ سے نئے غور و فکر اور احکام و مسائل کے کتاب و سنت سے مقابلہ کرنے کا کام بند ہو گیا تھا اور اجتہاد و استنباط کا سلسلہ عرصہ سے مسدود تھا' نئی علمی و فکری حرکت اور براہ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا ہوئی۔ اس طرح سے انہوں نے اس صحیح اسلامی فکر کا احیاء کیا جو قرون اولیٰ میں پائی جاتی تھی اور مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد تھی۔ اور وہ اپنے ان تمام علمی و عملی کارناموں کی بنا پر تاریخ اسلام کی ان چیدہ شخصیتوں میں سے ہیں' جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید و احیاء کا کام لیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"۔

(تاریخ دعوت و عزیمت' ج ۲۔ ص ۳۷۵)

تصانیف امام ابن تیمیہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے ۱۷ سال کی عمر میں تصنیف و تالیف شروع کی اور ۴۵ سال تک ان کا قلم رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی حافظہ سے نوازا تھا۔ دماغ حاضر اور درد مند دل پایا تھا۔ سرعت تحریر کا یہ عالم تھا کہ ایک دن میں ۶۰ صفحات تک لکھ ڈالتے تھے۔ مولانا ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ :

"ابن تیمیہ کی تصنیفات .... کئی صدیاں گزر جانے کے بعد اور بڑے اہم علمی و ذہنی انقلابات کے باوجود وہ ابھی تک ایک نئی نسل کے دل و دماغ کو متاثر کرتی ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اس عقلیت پسند اور جدت طلب دور میں وہ از سر نو مقبول ہو رہی ہیں۔" (تاریخ دعوت و عزیمت' ج ۲' ص ۱۵۶)

مشہور اہلحدیث عالم اور محقق مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) لکھتے ہیں کہ :

"امام صاحبؒ کی تصانیف و تحریرات کی مختلف نوعیتیں ہیں۔ بعض تصانیف کسی کتاب

کی شرح و تعلیق کی صورت میں مستقل حیثیت رکھتی ہیں یا "قاعدہ" اور "فصل" کے عنوان سے کسی مسئلہ کی تحقیق مستقلاً لکھ ڈالی ہے۔ بعض کتابیں مخالفین اسلام یا مخالف حق فرقوں کی کتابوں کے جواب میں لکھی گئیں۔ بعض مکتوبات و مراسلت کی شکل میں تھیں۔ لیکن عظیم اکثریت سوالوں کے جوابات اور افتاء کی تھیں جن میں تفسیر' اصول تفسیر' حدیث و اصول حدیث' عقائد و کلام بہمہ اقسام تصوف و اخلاق' فقہ و اصول فقہ' وغیرہ مسائل و مباحث شامل ہیں' مختصر سے مختصر بھی اور طویل سے طویل بھی۔" (حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ' ص ۸۰۴)

تصانیف کی تعداد

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۴۰۸ھ) نے امام ابن تیمیہ کی تصانیف کی تعداد ۵۹۱ بتائی ہے اور ڈاکٹر غلام جیلانی برق مرحوم نے ۳۸۵ لکھی ہے۔ امام صاحب نے جن موضوعات پر قلم اٹھایا اس کی تفصیل درج ذیل نقشہ سے دیکھی جا سکتی ہے۔

نمبر شمار	موضوعات	مولانا عطاء اللہ حنیف	غلام جیلانی برق
۱۔	تفسیر	۱۰۲	۸۰
۲۔	احادیث	۴۱	۴۰
۳۔	فقہ و فتاویٰ	۱۳۸	۱۲۰
۴۔	اصول فقہ	۲۸	۲۰
۵۔	عقائد و کلام	۱۲۶	۲۰
۶۔	اخلاق' زہد اور تصوف	۷۸	۶۰
۷۔	تردید فلسفہ و منطق	۱۷	۱۰
۸۔	مکاتیب	۷	-
۹۔	متفرقات	۵۴	۳۵
	میزان	۵۹۱	۳۸۵

(حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ' مولانا عطاء اللہ حنیف' ص ۷۹۸ تا ۸۳۴۔
امام ابن تیمیہ' از ڈاکٹر غلام جیلانی برق' ص ۱۲۹ تا ۱۵۸)

امام ابن تیمیہ کی مشہور تصانیف

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کی تصانیف کی مکمل فہرست درج کرنا مشکل ہے۔ تاہم چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

تفسیر : مقدمة فی اصول التفسیر ۔ تفسیر آیت کریمہ (لا الٰه الا انتَ سبحٰنكَ انی كنتُ من الظالمين)

حدیث : شرح حدیث انما الاعمال بالنيات ۔ شرح حدیث لاتسبوا الدهر

فقہ و فتاویٰ : الاختيارات العلميه ۔ شرح العمدة

اصول فقہ : منهاج الوصول الٰی علم الاصول

عقائد و کلام : عقيدة الحموية الكبرٰی ۔ منهاج السنة النبوية ۔ الجواب الصحيح ۔ الصارم المسلول ۔ اقتضاء الصراط المستقيم ۔ كتاب النبوّات

اخلاق، زہد اور تصوف : الفرقان بين اولياء الشيطان واولياء الرحمان

تردید فلسفہ و منطق : كتاب الرد على المنطقيين

متفرقات : الوصية الكبرٰی ۔ الوصية الصغرٰی

نام و نسب و ولادت

احمد نام، عرف ابن تیمیہ، کنیت ابو العباس، لقب تقی الدین۔ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو حرّان (عراق) میں پیدا ہوئے۔

نقل سکونت

ابتدائی چھ سال حران میں گزارے۔ ساتویں سال میں تھے کہ حران پر تاتاریوں نے حملہ کر دیا تو آپ کے والد عبد الحلیم نقل سکونت کر کے دمشق آ گئے۔

تعلیم و تربیت

دمشق میں امام ابن تیمیہ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ اور آپ نے دمشق کے دو مشہور

مدارس دار الحدیث السکریہ اور مدرسہ الحنبلیہ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کا حافظہ غیر معمولی تھا۔ اس لئے آپ نے تمام علوم اسلامیہ میں ۲۱ سال کی عمر تک کمال حاصل کرلیا۔

ابن تیمیہ کا پہلا درس

۲۲ سال کے تھے کہ آپ کے والد عبد الحلیم ابن تیمیہ نے انتقال کیا' جو اس وقت دار الحدیث السکریہ کے شیخ الحدیث تھے۔ ان کے انتقال کے بعد ابن تیمیہ شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور آپ نے آیت "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پر درس دیا۔ اس درس میں اعیان حکومت کے علاوہ اس وقت کے اساتذۂ فن نے بھی شرکت کی۔ یہ درس کیسا تھا' اس کے بارے میں آپ کے تلمیذ رشید حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں :

> "یہ محیر العقول درس تھا۔ شیخ تاج الدین الفرازی نے اس کے کثیر فوائد اور لوگوں کی عام پسندیدگی کی وجہ سے اس کو اپنے قلم سے ضبط کیا۔ حاضرین نے ابن تیمیہ کی کم عمری اور جوانی کی بنا پر اس درس کی بڑی تعریف کی اور ان کو بہت داد دی۔ اس لئے کہ اس وقت ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔" (البدایہ والنہایہ ج ۱۳۔ ص ۴۵)

قاضی بننے کی پیشکش

۳۰ سال کے تھے کہ حکومت نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے انکار کردیا۔ ۶۹۱ھ میں آپ نے حج کیا۔ اور جب حج سے واپس آئے تو تمام ملک میں ان کے علم و فضل کا سکہ جم چکا تھا۔ (مقالات شبلی ج ۵' ص ۶۵)

امام ابن تیمیہ کی پہلی مخالفت

۶۹۸ھ میں آپ کے پاس "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" اور "ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ" جیسی آیات کے بارے ایک استفسار آیا۔ آپ نے اس کا جواب "العقیدۃ الحمویۃ الکبرٰی" کے نام سے لکھا جس میں آپ نے اس مسئلہ کا جواب آثار صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال کی روشنی میں دیا' مگر علمائے سوء نے آپ کے خلاف ایک طوفان کھڑا کردیا۔ قاضی القضاۃ نے آپ کو طلب کیا۔ آپ نے قاضی القضاۃ کے سامنے مسئلہ کی وضاحت قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے

کی۔ اس پر تمام لوگ جو وہاں جمع تھے خاموش ہو گئے اور حالات اعتدال پر آ گئے۔ (البدایہ والنہایہ' ج ۱۴' ص ۴)

تاتاریوں کے خلاف جہاد

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ صاحب قلم ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھے۔ تاتاریوں کے خلاف جہاد میں امام ابن تیمیہ نے شجاعت و بہادری کے جو جوہر دکھائے' اس کے بارے میں صاحب الکواکب الدریہ کہتے ہیں کہ :

> "امام ابن تیمیہ جب گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو دشمن کی صفوں میں اس طرح گھومتے پھرتے تھے جیسے بڑے سے بڑا بہادر' اور اس طرح کھڑے ہوتے تھے جیسے بڑے سے بڑا ثابت قدم شہسوار' وہ دشمن کو اپنے حملوں سے چور کرتے رہتے تھے۔ اور اس بے تکلفی سے فوج میں گھس جاتے تھے جیسے ان کو موت کا کوئی ڈر نہیں ہے۔" (الکواکب الدریہ' ص ۱۶۱)

امام ابن تیمیہ کا دور ابتلاء

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حق گوئی و بیباکی میں اپنی مثال آپ تھے اور حق کے معاملہ میں کسی قسم کی معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کے خلاف ایک طرف صوفیہ سرگرم عمل ہو گئے' دوسری طرف شیعہ بھی ان کے خلاف تھے اور تیسری طرف اہل بدعت بھی آپ کے خلاف مصروف عمل تھے۔ ان سب کی مخالفت اس درجہ بڑھ گئی کہ حکومت کے ایوانوں میں بھی اس مخالفت کے اثرات پہنچ گئے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ کو مصر طلب کیا گیا۔ وہاں آپ سے علماء نے مناظرے کئے' لیکن وہ امام صاحب کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ مگر چونکہ آپ کے مخالفین کا زور زیادہ تھا اس لئے امام صاحب کو جیل میں بند کر دیا گیا اور بعد میں مشروط رہائی کی پیشکش ہوئی۔ لیکن امام صاحب نے اس کو منظور نہ کیا۔ آخر آپ کو رہائی ملی تو ۷۱۲ھ میں واپس دمشق آ گئے۔ ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ آپ کو ایک فتویٰ کی بناپر' جو آپ نے ۱۷سال قبل دیا تھا' دوبارہ جیل بھیج دیا گیا۔ یہ فتویٰ "شدّ الرِّحال" سے متعلق تھا۔ جیل میں آپ نے جتنا وقت بھی گزارا'

وہ آپ نے ذکرواذکار اور تلاوت قرآن مجید میں گزارا۔ تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے' اس لئے کہ آپ سے قلم دوات چھین لیا گیا تھا۔

وفات

۲۸/ ذی قعدہ ۷۲۸ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں دمشق کی جیل میں آپ کا انتقال ہوا۔ جنازہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ فوج کو کنٹرول کرنا پڑا۔ حاضرین کی تعداد ۲ لاکھ سے متجاوز تھی۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ دمشق کی تاریخ میں اس قسم کے جنازہ کی مثال نہیں ملتی۔ (البدیہ والنہایہ' ج ۱۴' ص ۱۳۶)

(جاری ہے)

بقیہ : قرآن عزیز کی جلالت شان.....

سے مغموم کیوں ہو؟ ابراہیم تو جنت کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں' آؤ تمہیں دکھاؤں؟---- حضرت ماریہ نے بڑی دانش مندی سے جواب دیا : بس یارسول اللہ! آپؐ کا فرمانا کافی ہے' مجھے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہ حضرت ماریہؓ کے ایمان بالغیب کا امتحان تھا' جس میں حضرت ماریہؓ کامیاب ہوگئیں۔ اگر وہ کہتیں کہ ہاں حضورؐ دکھایئے! تو یہ بات ان کے ایمان بالغیب کی اہمیت کے خلاف ہوتی۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت ماریہ کا بالغیب ایمان' بالشہادہ ایمان کے درجہ پر تھا۔

حاصل بحث یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر باوجود وہبی اور فطری کمالِ نبوت کے مشاہدۂ غیب سے جو تاثر پیدا ہوا وہ ایک امرِ فطری تھا۔ اور جو روایات اس تاثر کو بیان کرتی ہیں وہ نہ خلافِ عقل ہیں اور نہ ساقط الاعتبار۔

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔